75

نقد کے دینی اصول

کردار کشی اور تکفیری

فکر کے آئینہ میں

تصنیف
عبد المعید

مکتبہ ترجمان دہلی

نقد کے دینی اصول

کردار کشی اور تکفیری فکر کے آئینہ میں

تصنیف:

عبدالمعید

ناشر:

مکتبہ ترجمان

۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی 110006

نام کتاب:

نقد کے دینی اصول

کردار کشی اور تکفیری فکر کے آئینہ میں

تصنیف:

عبد المعید

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶

فون نمبر: 011-23273407

ٹیلی فیکس: 011-23246613

ویب سائٹ: www.ahlehadees.org

مطبع: ایم. ایس. پرنٹرس

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلوة والسلام علی نبینا محمد وعلیٰ آله وصحبه أجمعين. اما بعد!

مثبت طور پر خیر کو فروغ دینا دینی ترجیحات میں شامل ہے۔ انسانوں کے فرائض میں اہم اور کرنے کا کام یہی ہے۔ اور وہ اس کا مکلف بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امر بالمعروف اور مثبت کاموں کو اس قدر عام کیا جائے کہ شر و فساد کے لیے کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے۔ اور نفی و نہی اور نقد و تبصرہ اور جرح و تضعیف کی نوبت نہ آئے۔ اور آدمی کسی کی تجریح و تنقیص اور تنقید سے بچ بھی جائے اور کسی طرح کی زیادتی و بدظنی کو راہ بھی نہ مل سکے، اور اتحاد و اتفاق کی راہ میں منفی طرزِ عمل سے نفرت کی خلیج بھی حائل نہ ہو۔

بظاہر یہ فارمولہ بہت اچھا اور عمدہ ہے۔ مگر کیا انسانی جبلت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عملاً یہ بات ممکن بھی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جواب نفی میں ہوگا۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں خیر و شر کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اس کا نفس لوامہ اگر خیر پر آمادہ کرتا ہے تو نفس امارہ برائیوں پر ابھارتا ہے۔ قوت ملکیہ کا کام اگر یہ ہے کہ اسے صراط مستقیم پر گامزن کرے تو قوت بہیمیہ اسے راہ ضلالت پر ڈال دینے کے لیے بے چین رہتی ہے۔ لہٰذا صرف خیر کی تعلیم کے ذریعہ شر کو نیست و نابود کر دینے کا مشورہ بظاہر خوش کن معلوم ہوتا ہو مگر عملاً و حقیقتاً ایسا ہونا بہت مشکل امر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے تاکہ ایک طرف معروف کو عام کیا جائے تو دوسری طرف شر کی گھیرابندی کر کے اسے ختم کیا جائے۔ اس طرح اچھائیوں کے عام ہونے اور چھا جانے کا کام آسان ہو جائے گا۔

نقد و نفی کے تعلق سے یہ بات بہت عجیب سی لگتی ہے کہ اصلاح کے دعویدار صرف مثبت پہلو کو اپنانے کی بات کرتے ہیں نفی اور نقد و جرح کے نام پر یہی نہیں کہ ناک بھوں چڑھاتے ہیں بلکہ تعمیر و اصلاح کا شروع ہونے سے پہلے ہی افساد کا الزام دھر دیتے ہیں۔ ان کے اس جذبہ خیر اور نیک نیتی پر بھلا کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ مگر آپ اس کا کیا کریں گے کہ اسلام کی سب سے بنیادی اور پہلی تعلیم جس کے ذریعے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اور اصلاح کے لیے عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے۔ اس میں نفی کے بعد ہی اثبات کی بات کہی گئی ہے۔ لا اله

الا اللہ۔ نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ تعالی کے۔

اس بات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ دراصل دنیا میں کرنے کا سب سے بڑا کام ایک انسان کے لئے وحدانیت اور توحید باری تعالی ہے اور اس کا اثبات واعتقاد جازم اور اظہار سب سے بڑا فریضہ ہے۔ دنیا میں سارے منکرات وشرور سے بڑا منکر وشر شرک کی برائی ہے۔ معبودان باطلہ کی تردید اور ان پر نکیر اور ان پر نقد وتبصرہ بھی اہم فریضے میں داخل ہے۔ اللہ تعالی نے کلمۂ توحید میں، توحید کی دعوت سے پہلے توحید کے منافی شرک کی سخت تردید ہی نہیں کی بلکہ اس کے انکار کو ضروری قرار دیا۔ بظاہر یہ بات بڑی عجیب سی ہے کہ توحید جو اصل مطلوب ہے اس کا ذکر پہلے نہیں ہوا بلکہ شرک کا تردیدی تذکرہ پہلے ہوا جو توحید کی ضد ہے۔ توحید سے پہلے شرک کی بات عجیب سی لگتی ہے مگر ایک غور وفکر کرنے والے اور عقیدہ ومنہج کی اہمیت کو سمجھنے والے کے لیے کوئی اچنبھے کی بات نہیں، کیوں کہ توحید کی حقیقتیں، شرک کی تردید اور انکار سے آشکارا ہوتی ہیں۔ بلکہ انسان کا عقیدۂ توحید معتبر ہے ہی نہیں جب تک کہ کلی طور پر شرک اور اس کے سارے اقسام کی تردید کلی طور پر نہ کردے۔ اصلا اغلاط ومنکرات پر تنقید وتنکیر مقصود نہیں۔ عین مقصود کے اثبات کے لئے منکرات وشرک کی تردید، باطل ومنکرات پر نقد کیسے ہو ان کی تردید کس طرح کی جائے اس کے لیے کچھ ضوابط کی ضرورت ہے۔ بغیر کسی ضابطے واصول کے نقد وتردید ممکن نہیں۔ غیر اصولی نقد وتبصرہ لا حاصل ہے اگر مان بھی لیا جائے کہ غیر اصول تبصرہ ونقد کی افادیت مسلم ہے تب بھی اس کی ضمانت کوئی نہیں دے سکتا کب وہ مفید ہو سکتا ہے اور کب مضر۔ خصوصا ایسے حالات میں جب کہ نقد کا معاملہ تکفیر تک پہنچا ہوا ہے اور قتل ودھماکہ خیزی جیسی قباحت پر منتج ہو رہا ہے۔ "نقد کے دینی اصول" ایک اچھی کوشش ہے جسے عظیم صاحب قلم اور بڑے عالم دین شیخ عبدالمعید عبدالجلیل حفظہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔ امید ہے نقد ونظر کے عمل میں اس سے مدد ملے گی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کوشش کو قبولیت سے سرفراز کرے اور مرکزی جمعیت کی اس نئی پیشکش کو مفید اور مقبول بنائے۔

کتبہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

ناظم عمومی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دینی فریضہ ہے۔اس فریضے کی بجا آوری حسب استطاعت حتی الامکان مختلف درجات پر ہر مسلمان کے اوپر لازم ہے اگر یہ کام بند ہو جائے اور کسی بھی درجے میں یہ کام نہ ہو تو مسلم فرد اور سماج کی دینی موت ہو جاتی ہے۔ اس فریضے کی بجا آوری ہر سطح پر ہوتی ہے اور ہر میدان حیات میں ہوتی ہے۔ہاتھ زبان اور دل سب سے ہوتی ہے یا دوسرے لفظوں میں عملی قولی اور قلبی ہر صلاحیت کا اس میں استعمال ہوتا ہے۔تینوں کا ایک ساتھ استعمال ہو، دو کا ایک ساتھ استعمال ہو یا ایک کا استعمال ہو اضعف ایمان کے درجے میں۔اس فریضے کے مکمل اصول اور ضابطے ہیں۔

جرح وتعدیل کے اپنے عظیم اصول ہیں جو احادیث رسول کی روایت اور درایت دونوں میں کام آتے ہیں اور انہیں سے متون کی استنادی حیثیت طے ہوتی ہے اور وہ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کے تحت آسکتے ہیں۔

آج علماء و مصنفین کی تحریروں میں نقد وتنقید یا انتقاد کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ اس کا تعلق زبان اور قلم دونوں سے ہوتا ہے۔ ادب میں نقد وتنقید نے باقاعدہ ایک علم اور فن کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور اس کے ضوابط اور اصول مرتب ہو گئے ہیں، جو ادیب اور شاعر کی لسانی وفکری کاوشوں کی درجہ بندی کرتے ہیں اور ان کی اصالت اور ضعف کو واضح کرتے ہیں تاکہ لسانی وفکری کاوشوں کے لیے راہنما بن سکیں۔

نقد کیا ہے:

نقد وتنقید دراصل لغوی طور پر کھرے وکھوٹے کی پہچان کا نام ہے جوہری سکوں کے کھرے کھوٹے کو جانچتا تھا اس کے اس عمل کو نقد وتنقید کہا جاتا تھا اسی طرح فرد کے فکر وخیال عقیدہ وعمل کے جانچنے اور صحیح وغلط کی معرفت کے عمل کا نام نقد ہے، سماج میں پنپے ہوئے عقیدہ وعمل کے حسن وقبح اور اچھائی وبرائی کو جانچنے اور نمایاں کرنے کا نام

تنقید ونقد ہے۔ دینی، تاریخی اور سیاسی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں ان میں نقائص وکمیاں ہوتی ہیں ان نقائص کو نمایاں کرنے کا نام نقد وتنقید ہے اور نقد علمی تاریخی دینی سیاسی ہر طرح کا ہوسکتا ہے یہاں دینی نقد کی شکل نمایاں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

نقد کی ضرورت:

نقد بجائے خود ایک مطلوب عمل ہے اور تنقیدی عمل کا پایا جانا اور اس کی منفعت کو تسلیم کر لینا فرد وسماج کی فکری صحت مندی کی دلیل ہے۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلم فرد وسماج اور ان کے تمام تحرکات ونشاطات کے لیے ضروری ہے کہ دائرہ دین میں رہیں۔ نیز تمدنی وتہذیبی زندگی میں ثمر خیزی اور بے ثمری کو نمایاں کرتے رہنا ضروری ہے تا کہ دوطرفہ عمل جاری رہے جدوجہد بے کار نہ جائے اور راہ عمل درست رہے عملِ نقد اپنے دائرہ عمل میں برابر جاری رہے انتہائی ضروری ہے اگر عمل تنقید جاری نہ رہے تو سطح حیات پر افسانوں، اکاذیب، گھپلوں، سرقوں، خیانتوں، اوہام، خرافات، بدعات اور شرکیات کو دین کا درجہ مل جائے گا انہیں کوئی بُرا کہنے والا نہ رہ جائے گا اور غلط افراد اور بگڑا سماج صحیح افراد اور اچھے سماج کی جگہ لے لیں گے لیکن یہ واضح رہے کہ نقد اندھے کی لاٹھی نہیں ہے. جس طرح چاہے گھمایا جائے۔

اساسِ نقد:

تنقیدی عمل کے لیے ضروری ہے خواہ وہ لسانی ہو یا قلمی کہ اس کے پیچھے اصول وضوابط ہوں تا کہ تنقیدی عمل فساد نہ بن جائے اور یہ طے ہے کہ اگر تنقید کے لیے ضابطہ بندی نہ ہو تو بگاڑ وفساد پر منتج ہوگی ذیل میں کچھ اصول وضوابط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا-دلیل کی معرفت:

تنقیدی عمل کا مقصد ہوتا ہے کھرے کھوٹے کی پہچان اور اصلاح فساد۔ ظاہر ہے

معیار نقد کے بغیر صحیح غلط اور حسن وقبح کی پہچان ممکن نہیں اس لیے دلیل کے بغیر تنقید کا عمل جاری ہی نہیں ہوسکتا۔ اسلام کی پوری تعلیمات دلیل و برہان سے مدلل اور مبرہن ہیں۔ رب کریم نے فرمایا:

”إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ، وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ“ (الانفال:۴۲)

یہ وہ وقت تھا جب تم (میدان جنگ کے) نزدیک والے کنارہ پر تھے اور وہ دور والے کنارہ پر اور قافلہ تم سے نیچے (کی جانب) تھا اور اگر تم سب وقت مقرر کر لیتے تو تعین وقت میں تم اختلاف کرتے لیکن اللہ نے مڈبھیڑ کرادی تا کہ اللہ اس امر کو پورا کردے جسے ہو کر رہنا تھا ایسا اس لیے ہوا تا کہ جسے برباد ہونا ہو وہ دلیل کی بنیاد پر برباد ہو اور جسے بچے رہنا ہو وہ دلیل کے ساتھ بچ رہے اور بے شک اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

آیت میں غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے اور فیصلۂ الٰہی کا ذکر ہے کہ فیصلہ ہو چکا تھا کفار کو تباہ ہونا ہے لیکن منشاءِ الٰہی یہ تھا کہ ان کی تباہی دلیل وثبوت کی وضاحت کے بعد ہو، دلیل کی وضاحت کے بعد جب انہوں نے ایمان باللہ کو رد کر دیا تو تباہ کر دئے گئے اس کے برعکس مسلمانوں نے دلائل حق دیکھنے کے بعد حق کو مان لیا تو انہیں کامیابی اور غلبہ ملا۔ بات یہ ہے کہ قوموں کی تباہی اور کامیابی کے لیے بھی دلیل اور اتمام حجت کی دین میں ضرورت ہے۔ رب کریم نے قرآن کریم میں دلیل، بینات، برہان اور سلطان کا بار بار تذکرہ کیا ہے کہ کسی بھی دعوے کی صداقت کے لیے دلیل چاہیے۔

یہود ونصاریٰ کا دعویٰ تھا جنت میں داخلے کا صرف وہی حق رکھتے ہیں۔ رب کریم نے فرمایا: ” وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ". (البقرہ:١١١)

اور یہ کہتے ہیں جنت میں سوائے ان کے ہرگز کوئی نہیں جائے گا جو یہودی ونصرانی ہو یہ اُن کی خوش فہمیاں ہیں کہیے اپنی سند لاؤ اگر تم سچے ہو۔

رب پاک نے بیان فرمایا ہم نے قرآن کریم اس لیے اتارا ہے تا کہ وہ حق کی حیثیت سے باطل کو ختم کر ڈالے۔

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ". (انبیاء:١٨)

ہم تو حق کو باطل کے اوپر پھینک مارتے ہیں پس وہ اسے توڑ ڈالتا ہے اور وہ دفعۃً مٹ جاتا ہے۔

کارِ تنقید کا مطلوب حق و باطل کے درمیان تمیز کرنا ہوتا ہے اور یہ دین کے ذریعہ ہوگا رب کریم نے دین کو اسی لیے بھیجا کہ حق و باطل کے درمیان تمیز ہو سکے۔ فرمایا: "مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَالْمُوْمِنِيْنَ عَلٰى مَآاَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ" (آل عمران:١٧٩) جس پر تم ہو اللہ اسی پر ایمان والوں کو چھوڑے رکھنے کا نہیں جب تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کرے۔

"لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ، وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ". (الأنفال:٣٧)

تا کہ اللہ ناپاکوں کو الگ کر دے پاکوں سے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے اور انہیں اکٹھا جمع کرے پھر اس مجموع کو دوزخ میں ڈال دے یہی لوگ تو ہیں خسارے میں رہنے والے۔

یہ اور ان کے سوا بے شمار آیات کریمہ اس بات پر دال ہیں کہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کا معیار دلائل ہیں جب تک کسی کے پاس دلیل نہ ہو وہ صحیح و غلط ثواب و گناہ اچھے اور بُرے کے بارے میں زبان نہیں کھول سکتا نہ قلم کو حرکت دے سکتا ہے۔ ناقد کے

لیے ضروری ہے کہ اگر کسی قول وعمل پر وہ نقد کر رہا ہے تو وہ دوطرفہ دلیل فراہم کرے ایک تو یہ کہ جس قول وفعل پر ناقد عمل جراحی کرتا ہے اسے اولا یہ جاننا ضروری ہے کہ قول وعمل واقعی معنوں میں قابل نقد ہے یا وہ کھرا ہے یا جس کی طرف اس کے صدور کی نسبت ہے آیا یہ نسبت صحیح ہے یا محض پروپیگنڈہ۔ نقد کے لیے دوطرفہ دلیل ضروری ہے خاص کر افراد کے تصرفات کے سلسلے میں ایک عمل بد کے صادر ہونے کا ثبوت اور دوسرے شرعا اس کی قباحت اور بُرائی کی دلیل۔ بسا اوقات ایک بدعت یا فسق کا عام رواج ہو جاتا ہے یا عیانا انسان عمل بد کا ارتکاب دیکھتا ہے تو ایسی صورت میں یہ بذات خود ثبوت ہے اس کے لیے داخلی دلیل کی ضرورت نہیں۔

عمل بد کے صدور کا ثبوت ان آیتوں سے ظاہر ہے۔

"يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَافَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ" (الحجرات:٦) اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم چھان بین کر لو ایسا نہ ہو کہ کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو ضرر پہنچا دو اور پھر اپنے کیے پر نادم ہو۔

"مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ" (البقرہ:٢٨٢) ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو۔

"وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِنْكُمْ" (الطلاق:٣) اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ بنا لو۔"

نقد کرتے ہوئے ناقد کے لیے دوطرفہ دلیل فراہم کرنے کی ضرورت ہے کسی عمل کے اچھے یا بُرے ہونے کی شرعی دلیل تو ہر حال میں ضروری ہے لیکن عمل بد و قول بد کے صدور کا ثبوت عموماً افراد کے متعلق فراہم کرنا ضروری ہوتا ہے خاص کر امانتوں دیانتوں یا تفرداتی فکر و خیال کے متعلق یا عوامی ذمہ داریوں کے متعلق اگر ناقد کے پاس ان فردی تصرفات

کے متعلق ثبوت نہیں ہے تو وہ نقد کرنے کا اہل نہیں ہے اگر افکار وخیالات تحریری ہیں اور ان کے اندر انحراف موجود ہے تو ان پر نقد کرنے کے لیے صدور انحراف کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تحریر خود ثبوت ہے الا یہ کہ جعلی طور پر کسی کی طرف انحراف کی نسبت دے دی گئی ہو تو بہر حال ناقد کی ذمہ داری ہے کہ جعل سازی کا پتہ لگائے تب نقد کرے۔

نقد کرنے کے لیے دو طرفہ ثبوت کو ہم خارجی ثبوت اور داخلی ثبوت کہہ سکتے ہیں خارجی ثبوت ہر وقت مطلوب ہے اور داخلی ثبوت کی ضرورت پروپیگنڈہ یا جعل سازی کی حالت میں پڑتی ہے۔

۲-صدق نیت:

ناقد کے نقد کرنے کا عمل اس کے اندرونی داعیہ کی بناء پر ہوتا ہے بسا اوقات ذمہ داری سونپی بھی جاتی ہے لیکن عام طور پر لسانی نقد ناقد کے اندرونی داعیہ کی بناء پر ہی ہوتا ہے ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کی ذمہ داری ہے اور آخرت میں باز پرس ہونے کا بڑا خطرناک مسئلہ بھی ہے کہ وہ نقد دینی احساس کی بنیاد پر کرے۔ اگر تنقید اصولی نہیں ہے شخصی مفادات، ذاتی دشمنی اور نفرت کی بناء پر ہوتی ہے تو اس کا نام تنقید نہیں ہے بلکہ اسے تخریب میں شمار کرنا چاہیے۔

ایک مسلمان کا ہر کام اصولی، دینی مفاد اور اصلاح کی خاطر ہوتا ہے اور صحیح جذبے اور حسن نیت کی بنیاد پر ہوتا ہے یہی اس سے مطلوب ہے رب کریم نے فرمایا: "قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰه". (آل عمران:۲۹)

کہیے خواہ تم اپنے دلوں کی باتیں چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ انہیں جانتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ" (الحج:۳۸) اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، البتہ اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ان الله لاینظر إلی صور کم وأموالکم ولکن ینظرإلی قلوبکم وأعمالکم" (مسلم ۶۵۴۳) بے شک اللہ نہ تمہاری شکلوں کو دیکھتا ہے نہ تمہارے مالوں کو البتہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال کو۔

حسن نیت اور بدنیتی میں بڑا تفاوت ہے صدق نیت سے ہر کام کا انجام حسب توقع ہوتا ہے اور بسا اوقات انسان کام انجام بھی نہیں دے پاتا تب بھی وہ بارگاہ الٰہی میں ثواب کا حقدار ٹھہرتا ہے اور بسا اوقات مجبوریاں اسے پورا کام بھی نہیں کرنے دیتیں لیکن اسے مکمل اجر کا مستحق گردانا جاتا ہے اور بدنیتی اتنی خطرناک ہے کہ انسان کے کیے کو بھی بے کار کردیتی ہے بدنیتی کی ایک شاخ بدظنی ہے۔ ظن وتخمین اور وہ بھی بُری سوچ اور برائی کے لیے یہ بھی نتیجہ خیز نہیں ہوتی۔

بدنیتی اور حسن نیت کے انجام کے متعلق دو حدیثیں زیر ملاحظہ ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:"کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی غزاة فقال إن بالمدینة لرجالا ماسرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا إلا کانوا معکم حبسهم المرض". (مسلم:۴۹۳۲)

ہم ایک غزوہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے فرمایا مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ جو منزل تم نے طے کی ہے اور جس وادی سے تم گزرے ہو وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں انہیں مرض نے روک رکھا ہے۔

"وفی روایة بهذا الاسناد" اور اسی سند سے دوسری روایت ہے۔

"إلا شرکوکم فی الأجر" (۴۹۳۳) وہ اجر میں تمہارے ساتھ شامل ہیں۔

حسن نیت یہ ہے غزوہ میں شرکت کی زبردست خواہش اور تڑپ لیکن مجبوری نے ان کے پاؤں میں زنجیر پہنادیئے وہ جانہ سکے لیکن شرکت کے عزم وارادے اور صدق نیت

کے سبب انہیں جنگ میں شریک ہونے والوں کے برابر اجر کے مستحق قرار دیا گیا۔

بدنیتی کے انجام بد کی مثال:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد نبوی ہے:

" إذا التقى المسلمان بسيفهما فالقاتل والمقتول فی النار.قلت: يارسول الله هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال إنه كان حريصا على قتل صاحبه" (مسلم ۷۲۵۲، بخاری ۳۱، ۶۸۷۵ والسیاق لہ)

جب دو مسلمان اپنی تلواریں کھینچ کر بھڑ جاتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول قاتل کی بات واضح ہے مقتول کی بات کیسے ہے ارشاد ہوا لاریب وہ بھی اپنے بھائی کو مارنے کا عزم کیے ہوئے تھا۔

نیت دونوں کی جاہلی عصبیت کی لڑائی تھی ہر ایک دوسرے کے قتل کا خواہاں ارادہ ونیت پختہ کہ ایک دوسرے کو گرادے لیکن ایک مارا گیا ایک بچ گیا مگر دونوں کا انجام جہنم کہ دونوں کی نیت یکساں تھی۔

ناقد اگر نقد کرتا ہے تو اس کے سامنے یہ ہونا چاہیے کہ وہ دینی مفاد میں نقد کرے اسے رضاء الہٰی مطلوب ہو۔اس کے برعکس اگر ناقد فرد، تنظیم اور مسالک کی تحریری یا تقریری تنقید غیر اصولی طور پر کرتا ہے اسے محض ذاتی حسد، بغض اور نفرت کا اظہار مقصود ہے تو یہ نقد نہیں ہے نفس پرستی ہے اور جہاں نفس پرستی کی بنیاد پر کوئی عمل ہوتا ہے اس سے اصلاح کی امید نقش برآب کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۳-اصلاح فساد:

ناقد نقد کرتا ہے تو اس کے تنقیدی عمل کے پیچھے یہ ہدف طے ہونا چاہیے کہ فردی یا سماجی اصلاح ہو اگر انتقادی عمل سے اصلاح نہ ہو سکے بلکہ اس سے بگاڑ پیدا ہو یا بگاڑ پیدا کرنے کے لیے کوشش ہی ہو تو ایسا نقد شرعاً مطلوب نہیں۔اگر ناقد کھینچ تان کر نقد

کے خارجی وداخلی دلائل بھی فراہم کرلے تب بھی اس کا نقد دائرہ جواز میں نہیں آسکتا۔ اسلام میں تنقید برائے تنقید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سماج میں پھیلی عام بُرائی کی تنقید عمومی طور پر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح تحریری برائیوں اور نقائص کی تنقید بھی درست ہے لیکن بہر حال ہر ایک میں مقصد اصلاح ہونا ضروری ہے۔

افراد اور خاص لوگوں کی تنقید زیادہ حساس اور پُرخطر ہے اس لیے یہاں تنقید میں اصلاحی پہلو کو خاص کر دھیان میں رکھنا ضروری ہوتا ہے چونکہ مسئلہ فردی ہوتا ہے اور ارتکابِ شرمخفی ہوسکتا ہے اور عملاً یہاں تنقید عام کے بجائے تنقید خاص ہوتی ہے اس لیے اس تنقید خاص میں تکرار تنقید کی زیادہ گنجائش نہیں ہوتی ہے اور عام طور پر تنقید خاص افساد وفساد پر منتج ہوتی ہے بسا اوقات افراد خاص سے صادر افعال واحوال اگر وہ بالکل نجی ہوں ان سے دوسروں کے ضرر رساں ہونے کا ڈر نہیں تو تنقید خاص کی ضرورت بھی نہیں ہوتی بلکہ ان پر پردہ ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

"ومن ستر مسلما ستره الله یوم القیامة "(بخاری ۲۴۴۲ مسلم ۶۵۷۸ والسیاق له) اور جس کسی نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

بہر حال اصلاح کے بارے میں بے شمار آیات واحادیث ہیں چند نصوص زیر ملاحظہ ہیں:

رب کریم نے فرمایا: **"لَاخَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ"** (النساء:۱۱۴) لوگوں کی سرگوشیوں میں بہت سی ایسی ہیں جن میں کوئی بھلائی نہیں ہے ہاں البتہ بھلائی یہ ہے کہ کوئی صدقہ کی ترغیب دے یا کسی اور نیک کام کی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کی۔

نیز فرمایا: **"وَالصُّلْحُ خَيْرٌ"** (النساء:۱۲۸) اور صلح بہتر ہے۔

ارشاد باری ہے: **"فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ"** (الانفال:۱) پس اللہ

سے ڈرواور اپنی اندرونی حالت کی اصلاح کرلو۔

"اِنَّمَا الْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَةٌ، فَاَصْلَحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ" (الحجرات:۱۰) بیشک مومن (باہم) بھائی ہیں سوا پنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کردیا کرو۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں "كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس، تعدل بين الاثنين صدقة، وتعين الرجل فی دابته فتحمل عليها، أو ترفع له عليها متاعه صدقة، و الكلمة الطيبة صدقة، وبكل خطوة تمشيها إلى الصلاة صدقة، وتميط الأذى عن الطريق صدقة" (مسلم:۲۳۳۵)

ہردن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر پور پرصدقہ ہے دولوگوں کے درمیان انصاف کروصدقہ ہے،انسان کی اس کے چوپائے کے باب میں مدد کرواسے اس پر سوار کردو یا اس کا سامان اس پر لاددوصدقہ ہے اور اچھے الفاظ صدقہ ہیں ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے صدقہ ہے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹادوصدقہ ہے۔

ناقد کے نقد کے لیے یہ طے ہے کہ اس کا دائرۂ عمل اصلاح اور درستگی ہے وہ قبح اور شر کو اس لیے بیان کرے گا کہ اس سے بچا جائے نہ کہ خود اس میں ملوث ہو یا دوسروں کو ملوث کرے۔ اگر ناقد یہ طے کرلیتا ہے کہ وہ انتقام لے یا حسداً دوسروں کو اپنے قلم اور زبان سے بدنام کرے یا اپنے جذبۂ عداوت کو تسلی وسکون بخشے تو یہ ایک شر اور فساد کا عمل ہوگا جس سے سوائے برائی کے پرچار کے خیر کا پرچار نہیں ہوسکتا۔

۴-نصح وخیر خواہی:

ناقد کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر خیر خواہی کا جذبہ ہو خیر خواہی کی بناء پر وہ نقد کرے اگر اس کے نقد کی بنیاد بدخواہی ہو تو وہ نقد کرنے کا اہل نہیں۔ بدخواہی کی بنیاد پر نقد کرنے سے سارا کام الٹ کررہ جائے گا۔ وہ قطعاً فرد وسماج کے لیے مفید ہو ہی نہیں سکتا۔ رسول

گرامی ﷺ نے فرمایا: حضرت تمیم داریؓ کی روایت ہے۔"الدین النصیحة قلنا لمن قال : لله ولکتابه ولرسوله ولأ ئمة المسلمین وعامتهم". (مسلم)

دین خیر خواہی کا نام ہے،ہم نے کہا کس کے لیے فرمایا اللہ کے لیے کتاب اللہ کے لیے، رسول اللہ کے لیے، مسلمانوں کے سربراہوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "بایعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على إقامة الصلاة وإيتاء الزكوٰة والنصح لكل مسلم" (بخاری:۵۷،مسلم:۱۹۹)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ دوں گا اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہ رہوں گا۔

زبان وقلم کا اگر استعمال ہو تو مفاد دین میں ہونا چاہیے اور نقد کرنے کے پیچھے حسب مراتب مطلوب خیر خواہی اللہ اس کی کتاب اس کے رسول ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے اگر زبان وقلم کے اندر اتنی استطاعت نہیں ہے کہ ان سے حدیث میں مطلوب خیر خواہیوں کا تحقق ہو سکے تو ان کے اوپر قدغن لگ جانا چاہیے کہ انہیں نقد کے لیے حرکت ہو، اگر زبان وقلم سے نقد کرتے ہوئے وہ باتیں صادر ہوں جو اللہ کے منشاء کے خلاف ہوں، اس کی کتاب کی تعلیمات کے مخالف ہوں حبیب کبریا کے دائرہ اطاعت سے باہر ہوں صحیح معنی میں اسلامی حکمرانوں کے خلاف بغاوت پر اکساہٹ کا سبب بنیں مسلمانوں کے اندر اصلاح کے بجائے افساد کا کام ہو تو ان کو خیر خواہی کے دائرے سے باہر مانا جائے گا۔

خیر خواہی ذاتیات اور مفاد ذات سے اوپر کی چیز ہوتی ہے اور جو ناقد ذاتیات یا مفاد ذات کا شکار ہو اس کا نقد خیر خواہی کا حامل نہیں ہوسکتا۔ خیر خواہی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہوسکتی کہ ناقد نقد کرے اور اس کی خیر خواہی اور عدم خیر خواہی مخفی رہے اگر ناقد بلا

دلیل بات کرے سب وشتم سے کام لے، الزام تراشی کرے، اسلامی طرزِ گفتگو اختیار کرنے کے بجائے جارحیت اختیار کرے اور بلاوجہ جارحیت کا رویہ اپنائے رہے اور جا بے جا ہر جگہ نقد کا استعمال کرے خاص کر تنقید خاص یعنی افراد سے متعلق تو ایسی تنقید کو نا قابل التفات سمجھنا چاہیے اور خود ناقد کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان مظلوم ہوتا ہے اور قلمی ولسانی ظلم وتعدی حد سے گزر جاتی ہے تو اس حالت میں مظلوم ظالم سے بدلہ لے سکتا ہے لیکن اسے نقد کے بجائے دفاع میں شمار کرنا چاہیے نقد اور چیز ہے اور دفاع اور شئی ہے۔

خیر خواہی کے حصول کے لیے ناقد کو ذاتیات سے اوپر اٹھنا پڑے گا۔ اگر ناقد ان سے اوپر نہیں اٹھ سکتا تو اس کا نقد کبھی بارآور نہیں ہوسکتا افراد کے نقد کے سلسلے میں مسئلہ زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے اس لیے تنقید خاص میں اس کا بہم ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ نقد سے بگاڑ کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

۵-انصاف پسندی:

ناقد کے لیے ضروری ہے کہ نقد کرتے ہوئے عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اگر ناقد عدل وانصاف برقرار نہ رکھ سکے تو اس کے نقد کی منفعت خطرے میں پڑ جائے گی اگر قلم اور زبان سے نقد کرتے ہوئے ناقد حق سے تجاوز کر جائے تو اس کی تنقید تنقید نہ رہ کر مذمت بن جائے گی وہ منتقد بہ پر ظلم ڈھائے گا لیکن اگر منتقد اپنے باطل اور شر میں ساری حدوں کو پار کر گیا ہے، بدعات وشرکیات کا اس نے انبار لگا رکھا ہے تو وہاں ظلم کا مسئلہ نہیں ہوتا ہے بلکہ دعوت بحکمت کی بات ہوتی ہے اور اس کا بھی فائدہ نہ ہو تو وہ بہرحال مذمت کا مستحق ہے تاکہ اس کی قباحت اور مذمت کر کے دوسروں کو اس کی برائی سے بچایا جا سکے مسئلہ چاہے کسی تنظیم کا ہو چاہے کسی فرد خاص کا ہو انصاف ضروری ہے، البتہ اگر اشخاص وجماعات یا ان کے افکار وخیالات اور ضوابط وتصرفات خطرناکی کی سرحد

پارنہ کرپائے ہوں بلکہ خیر شر پر غالب ہوتو بہر حال عدل وانصاف کاان کوحقدار ماناجائے گا اور تنقید کرتے وقت ان کے انہیں حصوں پر گرفت ہونی چاہیے جوشر اور قباحت کے دائرے میں ہوں جوخیر کا حصہ ہے انہیں ٹچ کرنے کی ضرورت نہیں۔انصاف کرنے کا مطلب یہ بھی نہیں جیسا کہ جمہوریت زدہ ''مفکرین'' کاخیال ہے کہ شر کے ساتھ خیر کا بھی تذکرہ کرناضروری ہے تنقید کرتے وقت یاامر بالمعروف ونہی عن المنکر کاعمل جاری کرتے وقت شرعاخرابی اور شرکو بیان کرنا اور روکنا ہوتا ہے ناقد کا کام قبح شر اور برائی کوتولنا اور جانچنا اور انہیں بیان کرنا ہوتا ہے تاکہ بگاڑ درست ہوجائے فساد اصلاح میں بدل جائے ناقد کا کام تاریخ نویسی نہیں ہے کہ کسی فرد یا جماعت یا سماج کی اچھائی اور بُرائی کی بیٹھ کر تاریخ لکھے۔اس کا کام فقط کھوٹے کوواضح کرنا ہے تاکہ اصلاح ہوجائے۔

عدل وانصاف نقد میں جس جگہ جتنا لاگو ہوا سے نبھانا ضروری ہے دین میں ہر فرد کی عزت نفس کوتحفظ حاصل ہے نقد میں کسی کی عزت نفس پامال کرنا اور اس کی شخصیت مجروح کرنا یابلا وجہ کسی تنظیم وسماج کوتجریح کا نشانہ بنانا کسی مسلمان کے لیے روانہیں ہے۔ اگر ناقد اپنے نقد میں انصاف پسندی ملحوظ نہیں رکھتا تو وہ بہت سے خطرات کاشکار ہوسکتا ہے۔وہ غیبت کا مرتکب ہوسکتا ہے وہ بہتان تراشی کاارتکاب کرسکتا ہے وہ دوسروں کی توہین کاسامان فراہم کرسکتا ہے اور یہ سب ممنوعات میں سے ہیں رب کریم نے فرمایا: ''مَایَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ'' (ق:۱۸) انسان کوئی بھی بات بولتا ہے اس کے پاس سخت نگراں موجود ہوتے ہیں۔

''وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَااکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُبِیْنًا'' (الاحزاب:۵۸) اور جولوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بلاوجہ تکلیف پہنچاتے ہیں سووہ بہتان کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور گناہ صریح کے۔

اور رسول گرامی نے فرمایا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"قلت یارسول الله أی المسلمین أفضل؟ قال من سلم المسلمون من لسانه ویده". (بخاری:۱۱،مسلم:۱۶۳،والسیاق لہ)

میں نے کہا اے اللہ کے رسول کون مسلمان سب سے افضل ہے فرمایاوہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔

ان اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ طے ہے کہ نقد میں بلاوجہ ظلم جراحت ایذاء بہتان ،غیبت اہانت کی گنجائش نہیں ہے ناقد اگر ان ممنوعات کا سہارا لے کر نقد کرتا ہے تو اس کا نقد نقد نہیں ہے بلکہ اس کے لیے سامان تباہی و بربادی ہے۔اسی طرح یہ انصاف کا تقاضا ہے اور دین کے ساتھ عدل کا تقاضا ہے کہ باطل کو رد کیا جائے اور باطل پرست اگر اپنے بطلان میں عناد اور کبر کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے یا اس کے ذریعہ فتنے پھیل رہے ہوں اور دین کی کسی اساس پر وہ تیشہ چلا رہا ہے یا اہل دین اور حق پرستوں کی عداوت میں ساری حدیں توڑے دے رہا ہے دینی علمی اصولوں کو وہ اپنی تضحیک یا خودرائی کا نشانہ بنا رہا ہے تو ایسے فرد کے تصرفات اور افکار وخیالات کی مذمت کے ساتھ اس کی بھی مذمت ضروری ہو جاتی ہے تا کہ لوگ ایسے فرد سے متوحش ہوں اور اس کی شخصی حیثیت ڈھادی جائے تا کہ عوام اس سے بدکیں اس سے نفرت کریں۔

نقد کے انصاف میں یہ بھی داخل ہے کہ ناقد کسی فرد خاص کے غلط فکر وعمل کو عمومی نہ بنادے اور اس کے خاندان قبیلے یا مکتب فکر سب کو اسی میں سمیٹ لے۔اسی طرح کسی عقیدہ وعمل اور تصرف کی کجی صرف اس حد تک رہنے دے جس حد تک تقریر تحریر یا عمل میں نمایاں ہو۔اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ ایک لغزش کسی فرد سے صادر ہو جائے اور اسے بڑھا کر سو بنا دیا جائے یا اس کی جتنی قباحت ہے اس سے بڑھ کر اسے کفر وارتداد کا مسئلہ بنادیا جائے اور منتقد بہ کی حیثیت اور شخصیت "ہدر" کے دائرے میں لانے کی کوشش کی جائے ایسا کرنا نہایت ظلم اور بے انصافی ہے اور ناقد ایسا کرتا ہے تو او پر دئے گئے نصوص کی

پکڑ میں آتا ہے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جب ناقد نے کانٹوں بھرے میدان میں قدم رکھا ہے تو احتیاط کا دامن تھام کے رہے تا کہ وہ خود بھی لہولہان نہ ہو اور دوسروں کو بھی لہولہان نہ کرے وہ طبیب بن کر علاج کرے مرض نہ پھیلائے۔

۶۔ ناقد ان نقائص سے پاک ہو جن کا وہ ناقد ہے:

ناقد کے لیے ضروری ہے کہ ان نقائص سے پاک ہو جن پر وہ نقد کر رہا ہے خاص کر فردی تنقید یعنی تنقید خاص میں اس کے لیے ان نقائص سے پاک ہونا بہت ضروری ہے جن پر وہ نقد کر رہا ہے۔ تنقید میں تو یہ چل سکتا ہے کہ ناقد برائی کو برا کہے اور نقد کے تقاضوں کو پورا کرے لیکن تنقید خاص میں چونکہ ناقد و منقود دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح متعارف ہوتے ہیں اسی لیے ناقد بننے کے لیے اس کو یہ صلاحیت بہم پہونچانی ہوگی کہ خود کو ان عیوب سے بری قرار دے جن پر کسی فرد خاص کا مواخذہ کر رہا ہے۔

فی الواقع انسانی طبائع ہی کچھ اسی طرح ہیں کہ اگر انسان کسی کو کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرے اور اسے بہت اہم سمجھے مگر خود وہ اسی سے تہی دامن ہو اس کا عمل اس کے برخلاف ہو تو ایسی تخفیف اور ارشاد وطلب تاثیر سے بالکل خالی ہوگی بلکہ خود ایسا فرد مضحکہ بن جائے گا اور مطلوب عمل کی تخفیض کا باعث بنے گا۔ رب کریم کا حکم ہے کہ انسان کو پہلے خود عامل بننا چاہیے پھر دوسروں کو اس کی تلقین کرنی چاہیے حکم الٰہی ہے: ”يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَاتَفْعَلُوْنَ“ (الصف:۲،۳) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں اللہ کو سخت ناپسند ہے کہ وہ کہو جو کرتے نہیں۔

انسان جن عیوب کا خود مرتکب ہو اور اس سے کم درجے میں ان کے مرتکبین پر تنقید کرے یہ عجائبات میں ہے بلکہ بسا اوقات بے عملی یا بد عملی اور پھر دوسروں پر تنقید تغافل کی بنیاد پر ہوتی ہے اور تغافل کے دائرے سے باہر نکل کر ایسا ناقد تنقید کرتا ہے تو یا وہ فساد زدہ

ہوتا ہے یا اس کے عقل وخرد پر عداوت کی دبیز تہہ جم گئی ہوتی ہے یا تحمق کا اس کے اوپر یلغار ہو گیا ہوتا ہے یا پھر نفاق وشقاق نے اسے گھیر رکھا ہوتا ہے۔ ان سے آگے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسا ناقد بغی اور عدوان کا شکار ہو گیا ہوتا ہے یا حب ذات وحب جاہ کا اس کے نفس پر تانا بانا تن گیا ہوتا ہے اور جب فرد خاص یا افرادِ خاص کی تنقید ہو اور ناقد اور منتقد بہ کا کسی ناحیے سے کسی میدان میں باہمی عملی شراکت ہو یا رقابت ہو تو ایسی حالت میں تنقید محض تنقیص بن جایا کرتی ہے اور بدعمل یا بے عمل ناقد کی تنقید صرف فساد برپا کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ ایسی تنقید ایسا روگ بن جاتی ہے کہ کبھی وہ کھرے کھوٹے کی پہچان دے ہی نہیں سکتی یہ محض ایک سلبی اور مضرت رساں عمل بن کر رہ جاتی ہے۔

نقد کے لیے یہ چند رہنما اصول زیر قلم آ گئے اگر ان کو مدنظر رکھ کر دینی یا علمی نقد کیا جائے خواہ قلم کے ذریعے یا زبان کے ذریعہ تو اس سے صحت مندانہ کام ہوسکتا ہے لیکن اگر ان میں سے کسی ایک ضابطے اور اصول کو نظر انداز کر دیا جائے تو تنقید سے منفعت کے بجائے مضرت حاصل ہوگی۔

نقد کی افادیت:

اوپر اصول واساسہائے نقد گنوائے گئے کوئی ناقد ان اصولوں اور اساس کو سامنے رکھ کر ہی نقد کر سکتا ہے۔ ان اساسیات کو ملحوظ رکھ کر اگر ناقد نقد کرے تب بھی بسا اوقات وہ مفید نہیں بن پاتا اس لیے اسے یہ غور کرنا ہوگا کہ نقد صحیح کا نتیجہ حاصل کرنے اور اُسے مفید تر بنانے کے لیے وہ کیا کرے اسے جانچنا چاہیے کہ نقد کی افادیت کے مطالبات کیا ہیں۔ اس سلسلے میں ناقد کو چند باتوں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔

ا۔ نقد حسب ضرورت اور برمحل ہو:

ناقد اگر ایک پروفیشنل ناقد ہے اور اس کا یہ اختصاص ہے کہ فرد وسماج میں حقائق

کوفروزاں کرے تواس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نقد حسب ضرورت کرے اور برمحل
کرے حسب ضرورت کی تفصیل یہ ہے کہ ناقد ہروقت زبان وقلم کی کمان نہ چڑھائے
رکھے کہ لگاتار اور مسلسل نقد ہی کیے چلا جائے۔ اسے چاہیے کہ جب ضرورت محسوس کی
جائے تب ہی نقد کرے۔ ضرورت کیا ہے اس کا احساس تو ہر ایک کا جدا جدا ہوگا لیکن ایک
ماہر اور فنکار ناقد جو واقعتاً اپنی تنقید سے خیر کا ہدف رکھتا ہے تنقید کی ضرورت کا احساس
کرسکتا ہے اور اس کا احساس لائق اعتبار ہوگا اس کا مخلصانہ عمل اس کی خیر خواہانہ کوشش یہ
طے کریں گی کہ عمل نقد کی ضرورت کب ہے۔

نقد اگر حسب ضرورت نہ ہو بلکہ ضرورت سے زیادہ نقد کیا جائے تو بے منفعت
ہوجاتا ہے اور بسا اوقات ضرورت ایسی رہتی ہے کہ بار بار بہ کرات ومرات نقد کی ضرورت
پڑتی ہے اور بسا اوقات معدودے عمل نقد کی ضرورت پڑتی ہے شر کتنا اڑیل ہے یا کتنا کمزور
ہے اسی کے مطابق نقد میں شدت یا دھیما پن ہوگا یا نقد بکثرت یا بقلت ہوگا۔

اور نقد میں قلت وکثرت، سکوت ودھیما پن کا اعتبار منتقد بہ کے اعتبار سے ہوگا فرد
سماج گروہ تنظیم جماعت سیاست علم، دین وغیرہ وغیرہ کے تفاوت کے مطابق نقد کی شدت
دھیما پن اور قلت وکثرت میں تفاوت ہوگا۔ سماجی وگروہی خرابی پر نقد کی ضرورت بکثرت
ہوگی فرد کے غلط تصرفات پر کثرت نقد اور شدت نقد کا امکان ان کی بہ نسبت کم ہوگا۔

برمحل نقد کی تفصیل یہ ہے کہ نقد حسب حال اور مقتضائے حال ہو اگر ایک فرد پر تنقید
کا حق بن رہا ہے اور ناقد یہ حق استعمال کرنا چاہتا ہے تو اُسے تنقید کی راگ جابے جا ہر جگہ
نہیں الاپنا چاہیے جہاں فرد مخصوص کی غلطی کی اصلاح ہوسکے اور اُسے اس کا عیب بتایا
جاسکے بس وہیں اس پر نقد کیا جائے اس کے بجائے اگر ناقد اپنی تنقید کی راگ ہر جگہ الاپنا
شروع کردے اور موقع بے موقع ہر جگہ نقد کی چھری تیز کرنا شروع کردے تو نقد کا فائدہ کم
سے کم ہوگا۔ مثلاً اگر ایک فرد کے اندر شرعاً کوئی برائی یا قباحت ہے ناقد کو حق ملا کہ نقد کرے

تو اسے یہ حق منتقد بہ کے دائرہ کار تک محدود رکھنا چاہیے اب اگر ناقد منتقد بہ پر نقد کے تیر اس کے دائرہ کار سے باہر چلائے اور جہاں عوام کو موعظت و نصیحت کا موقع ہو وہاں نقد کرنا شروع کردے تو تنقید نہیں نادانی ہے۔ فردی تنقید خاص اگر دوبدو ہو تو یہی بہتر طریقہ ہے۔

۲- معیاری فہم:

نقد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس معیاری فہم ہو معیاری فہم کی تفصیل یہ ہے کہ وہ تقاضائے دین کو سمجھتا ہو، دلائل شرعیہ کی اسے خبر ہو سماج وافراد کے غلط تصرفات کے عوامل اور اس کے اثرات کو جانتا ہو اور برائیوں کے نقصانات کو سمجھتا ہو، ناقد اگر ان نزاکتوں کو نہیں سمجھتا ہے اس کا شعور غیر پختہ ہو وہ مسائل کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا وہ ملت کے نفع وضرر سے بے خبر ہو اسے نقد کرنے کا کوئی حق نہیں، نقد کے لیے اجتہادی قوت علمی مہارت اور دینی بصیرت چاہیے ہر آواز دُھن نہیں بن سکتی، جو انسان کم فہمی مفاد پرستی، حسد وعداوت کا شکار ہو اس کا فہم معیاری نہیں ہو سکتا نہ وہ دینی نقد کر سکتا ہے۔ جس کو انسانی طبائع، انسانی معاشرت، سماجی بناؤ بگاڑ کی خبر نہ ہو اس کے پاس صرف اکہری سوچ ہو اسے چاہیے کہ سکوت کا اپنے لبوں پر تالا لگالے اس لیے کہ ایسے کم سمجھ اور کم سواد کے اگر ہونٹ کھلیں گے تو اس سے سوائے نادانی اور احمقانہ باتوں کے کچھ نہ نکلے گا۔

۳- حسن سیرت:

دینی ناقد کے لیے ضروری ہے کہ اس کی سیرت حسین ہو جوہری اگر صاحب لیاقت نہ ہو تو اُسے کھرے کھوٹے کی پرکھ کہاں حاصل ہو سکے گی اور اگر اس پر لوگوں کو اعتماد نہ ہو تو کون اس کی بات پر دھیان دے گا، دینی ناقد کے لیے اشد ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہ میں قابل اعتبار ہو اس کی سیرت بے داغ ہو لوگ اولاً اسے دیکھ کر اندازہ کرلیں کہ وہ

جس صحیح وغلط کے درمیان فیصلہ کر رہا ہے بذات خود اس کی زندگی میں یہ امتیاز موجود ہے۔ حسنِ سیرت کے بغیر ناقد کے لیے نقد کرنا خود اس کی اپنی حیثیت گنوانے کے مترادف ہے، ایک اول جول پھکڑ بدعمل اور بدکردار کے قلم اور زبان سے نقد وتنقید نامناسب عمل ہے اچھے اذہان وقلوب ایسے ناقد کا نقد تسلیم نہیں کر سکتے۔ عملاً ایسا انسان نقد کا اہل نہیں یہ الگ بات ہے کہ بگڑے ہوئے اذہان وقلوب بگڑے ہوئے ناقد کی بگڑی ہوئی تنقید تسلیم کرلیں۔ بات یہاں اصول وضابطے کی چل رہی ہے اور اصول وضوابط کا رشتہ ضمیر، احساس اور مسئولیت سے ہوتا ہے اور جب ان کا فقدان ہو جائے تو پھر ہر چہ خواہی کن کی بات ہے کون کیسی راگنی الاپ لے اور کون کس راگ پر جھومنے لگے آزادی ہی آزادی ہوتی ہے نقد میں صبر حلم، تأنی اور توازن فکر اور تعلق باللہ کی ضرورت ہے۔

۴۔ حقیقت پسندانہ ماحول:

دینی ضابطہ بند تنقید کو بارآور و مفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے حقیقت پسندانہ ماحول ملے، اگر اسے حقیقت پسندانہ ماحول نہیں ملتا ہے تو سارے تقاضائے دین سے مزین ہونے کے باوجود تنقید مفید نہیں ہو سکتی۔ غیر حقیقت پسندانہ ماحول میں انسان حقیقت پسندی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر اگر کسی عام برائی یا کسی خاص فرد کی برائی کو اگر عمومی انداز میں زیر نقد لایا جائے یا کسی کا نام نہ لیا جائے جیسے رسول گرامی کا طریقہ تھا خطاب عام میں کسی خطا پر تنبیہ کرنی ہوتی تو فرماتے ''مابال أقوام يفعلون كذا أو يقولون كذا......'' تب بھی فرد خاص یہی طے کرلے کہ اسی کو نشانہ تنقید بنایا گیا ہے اور لوگ اسے باور بھی کرانے کی کوشش کریں گے کہ تمہیں کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ غیر حقیقت پسندانہ ذہن ودماغ ہے کہ ایک عموم کو خصوص پر محمول کرتا ہے اگر ایسا غیر حقیقت پسندانہ ماحول ہے۔ پھر ناقد کو یہ حق ہے کہ وہ صدائے حق بلند کرتا رہے اور نقد کے ضوابط کو نظرانداز نہ کرے۔ کم از کم وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قلمی ولسانی

فریضہ تو ادا کرتا رہے گا اور اگر اس سے فتنہ کھڑا ہونے کا خطرہ ہو تو اسے خاموشی اختیار کر لینا چاہیے یہی اس کے لیے بہتر ہے۔

۵-نقد اور اَراجیف:

اسلامی ناقد اگر نقد کے ضابطوں کو استعمال نہ کرے بلکہ وہ اپنی من مانی کرے اسے نہ عیوب ونقائص کے داخلی وخارجی شرعی دلائل وحکم کا پتہ ہے نہ اس کی تنقید مخلصانہ ہے نہ وہ نصح وخیر خواہی اور انصاف کو دھیان میں رکھتا ہے نہ اس کا مقصد اصلاح ہے وہ مسلکی تعصّبات، تنظیمی عصبیت اور بغض وحسد کا شکار ہے ذات برادری اور رنگ ونسل کی عصبیت کا شکار ہے تو ایسے ناقد کی تنقید خواہ افراد سے متعلق ہو یا تنظیم وسماج سے کبھی درست نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا ماحصل پروپیگنڈہ گپ اور اکاذیب پھیلانا ہوگا غیر منضبط تنقید اراجیف غیبت بہتان اور کذبات کا نام ہے۔غیر منضبط تنقید کبھی علماء اور مہذب انسانوں کو راس نہیں آسکتی ہے۔اس سے صرف فتنہ فساد، کردار کشی اور بہتان تراشی کو بڑھاوا ملتا ہے اس سے معاشرت تباہ ہوتی ہے دین کا اجتماعی عمل تباہ ہوتا ہے دلوں میں تقارب بڑھنے کے بجائے نفرت پیدا ہوتی ہے حقوق نظرانداز ہوتے ہیں اخلاق فاسد ہوتے ہیں باہم یکجائی کے بجائے دوریاں بڑھتی ہیں ۔ اجتماعی اور تنظیمی زندگی سے نظم وضبط کا جنازہ نکلتا ہے اور بسا اوقات ہاتھا پائی کی نوبت آتی ہے۔حوصلے پست ہوتے ہیں ہمتیں ٹوٹتی ہیں بنے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں۔کام کی صلاحیتیں دیمک زدہ ہو جاتی ہیں۔علم وعمل کے پودے مرجھانے لگتے ہیں غیر منضبط نقد دل ودماغ کے روگی ہونے کی علامت ہے۔غیر منضبط نقد کو جب پروان چڑھنے کا ماحول ملتا ہے تو ہر زبان تیر وکمان بن جاتی ہے اور ہر فرد گوریلا بن جاتا ہے،فکر وسوچ میں کانٹے اگ جاتے ہیں۔اجتماعی دینی عمل اتنا حساس اور نازک ہے کہ اگر اس میں ہر زبان کو آزادی مل جائے اور ہر قلم حریت کا نعرہ لگانے لگے تو ایسا ماحول بن جاتا ہے جیسے جنگل میں آگ لگ جائے۔اسی لیے کسی اجتماعی عمل کے لیے

دستور بنایا جاتا ہے تا کہ ہر ایک کی ذمہ داریوں کی حد بندی ہو اور دستور کے دائرے میں رہ کر کام ہو انضباط اور اصول پسندی ملحوظ رہے ایک دوسرے کی ذمہ داری اور دائرہ کار واختیارات میں مداخلت نہ ہو اور ہر پروگرام میقات اور لائحہ عمل کا دستور کی روشنی میں فیصلہ ہو اور پوری تندہی سے اس کے مطابق اجتماعی عمل چلتا رہے لیکن اگر دستور ہی ناقص ہو یا اس کی افادیت کا لوگ صحیح معنوں میں شعور نہ رکھتے ہوں یا یہ کہ اسی پر کماحقہ عمل نہ ہو تو ایسا اجتماعی عمل ہمیشہ غیر منضبط تنقیدات کا شکار رہے گا اور ہمیشہ خلفشار پیدا ہوتا رہے گا انہیں کوئی روک نہیں سکتا دستور بالکل درست ہو اس سے معیار بندی ہو اسی پر عمل ہو اور دینی اجتماعی عمل کے اجراء کے لیے صحیح اسلامی دستور کے مطابق متوازن اور متواتر تربیت ہو تو بڑی حد تک خلفشاری غیر منضبط تنقید پر قدغن لگ سکتا ہے جو اجتماعی دینی عمل اس حساس پہلو پر نظر مرکوز رکھتا ہے اسے کامیابی ملتی ہے اور جو اسے نظر انداز کر دیتا ہے اسے انار کی خلفشار اور انتشار سے کبھی فرصت نہیں مل سکتی۔ اس کا اصول وتعاونوا علی البر والتقویٰ ہے، صبر ہے تحمل اذی ہے، حکم ہے: "سددوا وقاربوا" ایثار ہے حب جاہ سے نفرت ہے رضاء اللہ کا حصول ہے امت کی خیر خواہی ہے **الدین النصیحۃ** ہے۔

۶-نقد اور فتنہ:

نقد جب دینی نصوص کے دائرے سے باہر نکلتا ہے یا نقد میں غلو اور مبالغہ آرائی آتی ہے تو وہ آہستہ آہستہ فتنہ بن جاتا ہے ناقد کسی بھی مکتب خیال سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ قرآن وسنت اور ان کے منہج کے طے شدہ اصول وضوابط سے باہر نکل کر نقد کرے اور دین ومسائل دین میں خود رائی اختیار کرے تو اس کی تقریر وتحریر فتنہ بن سکتی ہے۔ نقد اس لیے ہوتا ہے تا کہ دلائل کے ساتھ باطل کو واضح کر دیا جائے اور اس سلسلے میں حق کیا ہے اسے آشکارا کر دیا جائے اور فتنہ یہ ہے کہ انسان اپنی من مانی ذہنی زرخیزی دکھلائے اور مسلّم اصولوں سے بغاوت اختیار کرے تا کہ لوگوں کو چھڑے ہوئے مسائل کے تعلق سے تسلی واطمینان

حاصل نہ ہو بلکہ ان کے ذہنوں میں تر ددات اور شبہات بڑھ جائیں اور ایسے باغیانہ افکار وخیالات انکے لیے آزمائش بن جائیں انہیں کا نام فتنہ ہے۔ ایسے فتنے عظیم بھی ہو سکتے ہیں اور غیر اہم اور معمولی بھی ہو سکتے ہیں ان سے نجات حاصل کرنا ہر حال میں ضروری ہوتا ہے دین میں فتنے دو طرح سے آتے ہیں یا افراط کے سبب یا تفریط کے سبب۔ دوسرے لفظوں میں یا غلو کے سبب یا خروج کے سبب غلو نے تشیع تصوف تقلید اور قبر پرستی کو جنم دیا اور خروج نے خارجیت قدریت جہمیت اور اعتزال کو جنم دیا۔ ان دونوں کی جہت مختلف ہوتی ہے لیکن چونکہ دین سے بعد اور دوری میں ان کے اندر یکسانیت ہوتی ہے اس لیے آگے چل کر دونوں انتہاؤں میں تقارب پیدا ہو جاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے سے تاثر قبول کر لیتے ہیں اس لیے بعد میں چل کر خارجیت قدریت جہمیت اور اعتزال تشیع اور تقلید میں ضم ہو گئے ان کی الگ پہچان ہی باقی نہ رہی۔

یہ طے ہے کہ جب انتقادی نظر مسلّم اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتی ہے تو فتنے اپنی بے شمار شکلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ پرانے فتنوں کے اثرات باقی رہتے ہیں ان میں تسلسل برقرار رہتا ہے گو ان کی شکلیں بدلی ہوتی ہیں لیکن حالات نئے نئے کروٹ لیتے ہیں تو اپنے ساتھ نئے مسائل لاتے ہیں موجودہ دور میں انکار حدیث کا فتنہ، مسلک اعتدال اور خلافت وملوکیت کا فتنہ، ثوریت اور انقلابیت کا تحریکی فتنہ، انکار حدیث کے چھوٹے بڑے تمام فتنے سر سید کا نیچریت کا فتنہ شبلی وفراہی کا سر سید خانی نیچریت سے تاثر کے نتیجے میں درایتی ونظم قرآنی فتنہ، دراصل درایت نیچریت کی دوسری تعبیر ہے اور یہ درایت ونیچریت وقت کے استشراقی منہج بحث وفکر کا چربہ ہے۔ اور تجدد پسند اصحاب علم کی استشراق زدگی اور اس کے نتیجے میں ان کی کجی وزیغ اور ان کی بے ثمر علمی کاوشوں کا فتنہ وغیرہ۔

استشراق دراصل خروج جہمیت قدریت اعتزال اور قصص واوہام کا چربہ ہے اس پر مسیحی نفرت جعل سازی اور ضلالت کی پالش ہے اور ایک جال ہے شیاطین وابالسہ کا بے

وقوفوں اور کم عقلوں کو شکار کرنے کا جو علوم دین کو محض پیشہ وری کے لیے استعمال کرتے ہیں یا محض روزی روٹی کے لیے یا فساد و فتنہ اور ضلالت پھیلانے کے لیے بے وقوف مسلمان اسے اپناتا ہے پیٹ بھرنے اور شان بگھاڑنے کے لیے اسے اس کے سوا کسی دوسری چیز سے سروکار نہیں ہوتا ہے۔ وہ مکار یہودی مغضوب علیہ اور وہ گمراہ مسیحی ضال جس کی فقط اکہری سوچ ہے کسی ایک میدان میں اختصاص اختیار کرتا ہے گمراہ کرنے کے لیے یا پیشہ دانش وری اختیار کرنے کے لیے بھلا اس کی وقعت کیا اور اس کی استنادی حیثیت کیا وہ ''چارپائے بروکتابے چند'' کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

رہ گیا تحریکی اسلام پسندی کا مسئلہ جس نے غلو اور خروج دونوں کو اپنایا ہے اور اس کے سبب ایک فتنہ عام پیدا ہوا بغاوت کا عدوان کا تکفر کا، مسلح بغاوتوں کا قتل وخونریزی کا اور جو اپنے انتہائی عروج پر ہے اس کی خطرناکی اولین خوارج سے کم نہیں ہے۔ یہ تکفیری سوچ اور محاربانی عمل ہے۔ اس تحریکی سوچ نے دین کو معاصر سیاسی افکار کے سانچے میں ڈھال کر اس پر ''عصرنہ'' کی پالش چڑھانے کی کوشش کی اور سماج معاصر مسلم حکومتوں، حکمرانوں، سلاطین، روایتی دینی نظم اسلامی اعلام اور اسلامی تاریخ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ تحریکیت نے عالم اسلام میں غلو پسند تکفیری عناصر اور تنظیمات کو جنم دیا جنہوں نے ناحق خونریزی کا بازار گرم کیا، املاک وجائیداد کی تباہی کا سبب بنے بغاوت خلفشار اہلاک حرث ونسل اور فساد فی الارض کا باعث بنے بلکہ خود ہی انہوں نے یہ گھناؤنے کام انجام دیئے۔

جب فکر ونظر میں انتہا پسندی در آتی ہے یا انسان خود رائی کا مریض بن جاتا ہے اور مسلّم اصولوں پر اپنے نقد کی چھری چلانا شروع کر دیتا ہے تو فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے دین میں ان دونوں انتہاؤں کی مذمت کی گئی کیونکہ غلو کا انجام ضلالت ہے اور دین میں خود رائی کا انجام غضب الٰہی ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فإن اليهود مغضوب عليهم، وإن النصارىٰ ضلال''
(ترمذی ۲۹۵۳)

بے شک یہود وہ ہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں۔

یہود و نصاریٰ کبر اور غرور کے شکار تھے اور جمود و انکار ان کا شیوہ تھا اس لیے ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا فرمایا: ''قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ'' (المائدہ: ٦٠) کہیے کیا میں تمہیں بتلاؤں وہ جو اللہ کے ہاں پاداشی کے لحاظ سے اس سے بھی کہیں بُرا ہے وہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان پر غضب کیا اور ان میں سے بندر اور سور بنا دیے ہیں اور انہوں نے شیطان کی پوجا کی۔

''أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ'' (مجادلہ: ۱۴) کیا تو نے ان لوگوں پر نظر نہیں کیا جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب نازل کیا ہے یہ وہ لوگ نہ تو تم میں ہیں نہ ان میں سے ہیں۔

''ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ، وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ '' (آل عمران: ۱۱۲) ان پر ذلت اور بے کسی مسلط کر دی گئی ہے خواہ وہ کہیں بھی پائے جائیں سوائے اس کے کہ اللہ کی پناہ میں آجائیں یا انسانوں کی پناہ میں اور وہ غضب الٰہی کے مستحق بن گئے ہیں۔

اور نصاریٰ کے متعلق سورہ مائدہ میں ارشاد ہوا: '' لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ'' (٧٣) فی الواقع ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا بے شک اللہ تین کا تیسرا ہے۔

پھر آگے آیت ۷۷ میں ارشاد ہوا ''قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن

سَوَاءَ السَّبِيلِ" کہئے اہل کتاب ناحق اپنے دین میں غلومت کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشات کے پیچھے مت چلو جو پہلے سے گمراہ ہیں اور بستیوں کو گمراہ کیا اور خود راہ راست سے بہک گئے۔

"يَاْهْلَ الْكِتَابِ لَاتَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ" (النساء:۱۷۱) اے اہل کتاب اپنے دین میں غلومت کرو اور اللہ سے متعلق صرف حق کہو بے شک مسیح بن مریم اللہ کے رسول اور کلمہ ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے ان آیات کی وضاحت میں فرمایا:......إن كفر اليهود أصله من جهة عدم العمل بعلمهم فهم يعلمون الحق ولا يتبعونه عملا أولا قولا ولا عملا ، وكفر النصارىٰ من جهة عملهم بلا علم فهم يجتهدون فى أصناف العبادات بلا شريعة من الله ويقولون على الله مالا يعلمون، ولهذا كان السلف سفيان بن عيينه وغيره يقولون إن من فسد من علمائنا ففيه شبه من اليهود ومن فسد من عبادنا ففيه شبه من النصارىٰ"

(اقتضاء الصراط المستقیم ۱/۷۹)

یہود کا کفر اصلاً اسی جہت سے ہے کہ ان کے علم کے مطابق ان کا عمل نہیں ہے وہ حق جانتے ہیں لیکن عملاً یا قولاً وعملاً اس کو نہیں مانتے ہیں اور نصاریٰ کا کفر اسی جہت سے ہے کہ بلا علم عمل کرتے ہیں وہ اللہ کی شریعت کے بغیر مختلف عبادتوں میں جتے رہتے ہیں اور اللہ کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا انہیں علم نہیں اس لیے سفیان بن عیینہ وغیرہ اسلاف کہتے تھے ہمارے علماء میں سے جن کے اندر بگاڑ پیدا ہو جائے انکے اندر یہود سے تشابہ ہے اور ہمارے عباد میں سے جن کے اندر بگاڑ در آئے ان کے اندر نصاریٰ سے تشابہ ہے۔

مسلمانوں کے اندر فکر ونظر میں کجی جب آتی ہے تو فتنہ پیدا ہوتا ہے۔

"فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهٖ". (آل عمران:۷)، لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ قرآن کے متشابہ کے پیچھے لگتے ہیں، فتنہ کی تلاش میں اور تاویل کی تلاش میں۔

آج غلوفکر وزیغ قلب کے سبب تکفیر اور فساد کا بازار گرم ہے بلا دلیل صرف خلجات قلب اور تر ددات نفس کے سبب فساد کو جہاد تسلیم کر لیا گیا ہے اور اس میں مسلمان اور کافر بے قصور اور قصوروار بلکہ اکثر بے قصور پیسے جاتے ہیں اولاً فروغ بغاوت اور تکفیر کا سلسلہ ہوتا ہے۔ پھر قتل وخون ریزی کا بازار گرم ہوتا ہے جبکہ بغاوت اور خون ریزی سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَاءَ تْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ". (المائدہ:۳۲،۳۴)

جوکوئی کسی کو کسی جان کے عوض کے بغیر یا زمین پر فساد کی غرض سے مار ڈالے تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو مار ڈالا اور جس نے ایک کو بچا لیا تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو بچا لیا اور یقیناً ان لوگوں کے پاس ہمارے رسول کھلے احکام لے کر آئے اس پر بھی ان میں کے بہت سے لوگ ملک میں زیادتی کرنے والے ہی رہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں، یا سولی دے دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے

جائیں یا وہ ملک سے نکال دیے جائیں یہ تو ان کی رسوائی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جانے رہو کہ بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ" (الانعام:۱۵۱) اور جس جان کو اللہ نے تحفظ دیا ہے ناحق اسے قتل مت کرو۔

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ" (الاسراء:۳۳) اور جس جان کو اللہ نے تحفظ دیا ہے ناحق اسے قتل مت کرو۔

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُکَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَافِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ، وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَايُحِبُّ الْفَسَادَ، وَإِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ" (البقرہ:۲۰۴،۲۰۶)

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے کہ اس کی گفتگو جو دنیوی غرض سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو گواہ لاتا ہے دراں حالیکہ وہ شدید ترین دشمن ہے اور جب پیٹھ پھیر کے جاتا ہے تو اسی دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ زمین پر فساد کرے اور کھیتی اور جانور کو تلف کرے، دراں حالیکہ اللہ فساد کو بالکل پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو نخوت اسے گناہ پر اور زیادہ آمادہ کر دیتی ہے۔ سو اس کے لیے جہنم بس ہے اور بہت بُری آرام گاہ ہے۔

ان آیات میں قتل و خون ریزی اور اہلاک حرث و نسل اور فساد فی الارض کو انجام دنیا و آخرت میں تباہی رسوائی اور بربادی بتلایا گیا مائدہ کی آیت میں ارشاد ہے کہ انبیاء "بینات" لے کر آئے پھر بھی انسان ان کا مشاہدہ کرنے اور انہیں جاننے کے باوجود اسراف تجاوز اور تعدی کا اکثر شکار ہو جاتا ہے ایک مسلمان کی حیثیت سے کسی کے لیے یہ

روا نہیں کہ دینی براہین بینات اور دلائل کے بغیر اپنی ضد ہٹ دشمنی نفرت اور کبر کو بنیاد بنا کر عملی قدم اٹھائے یا ان کے برخلاف کوئی رائے رکھے۔

نفس پرست مسلمان کتنا بھی خونخوار ہو جائیں لیکن ان سے عداوت کی آگ اتنی نہیں لگ جانی چاہیے کہ وہ انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَانُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" (المائدہ:۲)

اور ایسا نہ ہونا چاہیے کہ کسی قوم سے جو تمہیں بے زاری اس بناء پر ہے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا تھا تم زیادتی کرنے لگو ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

"يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَانُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" (المائدہ:۸)

"اے ایمان والو اللہ کے گواہ بن کر انصاف کے علم بردار بن جاؤ اور کسی جماعت کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کردے کہ تم اس کے ساتھ انصاف ہی نہ کرو انصاف کرتے رہو وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کو اس کی پوری خبر ہے کہ تم کیا کرتے رہتے ہو۔"

ان آیتوں میں دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول گرامی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو قریش نے حرم شریف میں نماز ادا کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت سے روکا طرح طرح کے ظلم ڈھائے اور اٹھارہ بیس سال تک طوافِ کعبہ اور حرم شریف میں نماز

کی ادائیگی سے روکے رکھا اس سے بڑھ کر جرم کیا ہوسکتا ہے اس کے باوجود حکم یہ ہوا ردعمل اور نفرت اور دشمنی کا ایسا اثر نہیں ہونا چاہیے کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

دراصل تکفیری نقد اس پر منتج ہوتا ہے کہ اس کے بعد قتل وغارت کا بازار گرم ہوا مصر شام، الجزائر میں گزشتہ چند سالوں میں اس کا عام منظر عام لوگوں نے دیکھا اور اب یہی عمل سعودی عرب میں دہرایا جارہا ہے اور جہاں جہاد کے نام پر فساد برپا ہے مخبر ہونے کے الزام میں ہزاروں مسلمان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور کراچی کا شیعہ سنی فساد آئے دن مساجد میں بم دھماکے اس کا نتیجہ ہیں اور افغانستان سے روس کے رسوا ہو کر نکلنے کے بعد انقلاب پسند اسلامی جماعتوں نے آپس میں اس قدر خون ریزی کی ہے کہ انہوں نے دشمنوں کا ریکارڈ توڑ کر رکھ دیا۔

تکفیری نقد وتنقید کی ضرورت ہی نہیں شاذ ونادر اس کی ضرورت پڑتی ہے لیکن جب یہ عموم بلوی بن جائے تو یہ بہت بڑا فتنہ بن جاتی ہے اگر ایسے نقد کی ضرورت پڑے تو بیان کیے گئے اصول نقد کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا کسی ذاتی دشمنی یا مسلکی تعصب کی بناء پر تکفیری نقد سراسر فسق وفجور کا کام ہے بلکہ اگر منتقد بہ میں ایسی کوئی بات نہ ہو جو اس کے کافر قرار دیئے جانے کا سبب بنے تو خود ناقد کے اوپر یہ حکم لوٹ آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وإذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما" (بخاری ۶۱۰۴، مسلم ۱۱، ۶۰، ترمذی ۲۹۳۷ بخاری ابوہریرہ ۶۱۰۳) جب کوئی شخص اپنے بھائی کو یا کافر کہتا ہے تو اس کا مستحق دونوں میں سے ایک بن جاتا ہے انسان جب بلا دلیل نقد کرتا ہے اور ثوابت دین اس کے نقد کا ساتھ نہیں دیتے وہ محض ھواء وہوس شبہات وتر ددات کا شکار ہوتا ہے اس وقت وہ لوگوں کے ایمان سے کھیل کرنے لگتا ہے اور بلاوجہ دائرہ اسلام سے خارج کرنا وہ دین داری سمجھتا ہے اور اسے مذہبی پیشہ بنالیتا ہے۔ دراصل یہ جہل اور فسق

و فجور کا کاروبار ہوتا ہے اس کا تعلق فتنہ وفساد سے ہوتا ہے۔

کسی فرد یا جماعت پر اسی وقت تک تکفیری نقد ہوسکتا ہے جب وہ مسلمات دین کا منکر ہو یا متواترات کا انکار کرتا ہو یا ناقص ایمان بدعات وشرکیات کا ارتکاب کرتا ہو۔ اور ان پر مصر ہو اور کسی تاویل کی ان کے متعلق گنجائش بھی نہ ہو اگر ایسے تکفیری نقد کی ضرورت پڑے تو بینات صریحہ اور دلائل مبرہنہ کی ضرورت ہوگی۔

تکفیری تنقید دراصل انسان کو خروج کی طرف لے جاتا ہے، اسلامی خلافت کا وجود نہیں ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خروج نہیں ہوسکتا ہے خروج مسلمہ اصولوں سے ہوسکتا ہے خروج مسلم سماج کے خلاف ہوسکتا ہے جس میں اچھے بُرے سب ہوسکتے ہیں اور ان پر علی الاطلاق بلا دلیل و حجت کفر کا اطلاق خروج ہی ہوگا اور اگر مخالف اسلام حکمرانوں اور حکومتوں کے خروج کا شرعا جواز مل بھی جائے پھر بھی ان کی تبدیلی کے لیے پُر امن دعوتی ذرائع سے کوشش کی جائے گی نہ کہ عوام اور حکومت کے کارندوں کو مار کر اور ان کو قتل کر کے۔ اگر مادی ایمانی اور اخلاقی اور عوامی پشت پناہی اتنی نہیں ہے کہ مسلم حکمرانوں کو دین حنیف کے نافذ کرنے کے لیے مجبور کیا جائے تب بھی صبر سے کام لینا ہوگا اور راہ دعوت ہی اختیار کرنا ہوگا اور اگر صبر وتحمل سے کام نہ لیا جائے عجلت پسندی اختیار کر کے غلو پسندی اور خروج کا مظاہرہ کیا جائے تو یہ بھی فساد کی راہ ہے اس پر چل کر انسان مضر بن کر اہلاک حرث ونسل کا مجرم بنے گا۔

مسلمانوں میں وہ لوگ جن پر تکفیری عناصر تکفیر کا حکم لگاتے ہیں۔ وہ تین قسم کے ہوسکتے ہیں مکرھین، متاولین، اور مستضعفین۔ مکرہ کی اس دور میں بے شمار صورتیں ہوسکتی ہیں سیاسی حد بندیاں، امیگریشن ضابطے، شہریت کے اصول، اقتصادی الجھن سماج کے افراد کی خود پرستیاں اور خود غرضیاں، اپنوں اور غیروں کی ہزاروں قسم کی ستم رانیاں وغیرہ وغیرہ۔ اکراہ کی اس دور میں کیا کیا صورتیں واقعتاً انسان کو پیش آتی ہیں اور انسان کن کن

صورتوں سے زندگی میں دوچار ہوتا ہے، اور کہاں اسے مجبوراً وہ کرنا پڑتا ہے جو دین میں پسندیدہ نہیں ہے ان کا اعتبار حکم لگاتے وقت کرنا پڑے گا، اکراہ کا اعتبار دین میں ہے "إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ". (النحل:١٠٦)

مستضعفین کی بھی اس وقت بے شمار مجبوریاں اور کہانیاں ہیں مستضعف بھی ایک طرح سے مکرہ ہوتا ہے آج اقلیت کی حیثیت سے مسلمان بے شمار ملکوں میں رہتے ہیں وہ مجبور ہیں بہت سے دینی امور کو اپنی زندگی میں لاگو نہیں کر سکتے اور بہت سی منہیات سے بچ نہیں سکتے جبکہ اکثر کے دل میں ان سے نفرت ہوتی ہے اور وہ مامور کو بجالانے اور منہیات سے اجتناب کے خواہش مند ہوتے ہیں لیکن انہیں کوئی حول وطول نہیں حاصل ہوتا ہے اس لیے ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور مسئلہ نیت کا ہے. بہر حال دین میں حقیقی معنوں میں مستضعفین کے ضعف کی رعایت ہے فرمان باری ہے: "إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا فَأُولٰئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا" (النساء:٩٨-٩٩)

بجز ان لوگوں کے جو مردوں عورتوں اور بچوں میں سے کمزور ہوں کوئی تدبیر ان کے بس کی نہ ہو نہ انہیں کوئی راہ سجھائی دے تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ امید ہے اللہ انہیں معاف کردے گا اور اللہ ہے بہت معاف کرنے والا بہت بخشش کرنے والا۔

اور تاویل کے متعلق بھی معذور مانے جانے کی بڑی گنجائش ہے اگر انسان کی زندگی میں کبھی ایسا مسئلہ رونما ہو کہ وہ حق سے کسی مسئلہ میں برگشتہ نظر آرہا ہے اور اس کی پوری زندگی دین کے لیے قربانی سے تعبیر ہو تو اس پر عصیان، تکفیر اور بغاوت کا حکم نہیں لگ سکتا بلکہ اس کی معقول تاویل کو قابل قبول مانا جائے گا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ (بخاری حدیث ٦٩٣٩) اس کی واضح مثال ہے۔

اور اگر تکفیری تنقید میں سارے اصول ملحوظ ہیں پھر بھی اس کے لیے ایک مزید ضابطہ ہے اور وہ یہ کہ واقعتاً اگر کسی فرد یا گروپ سے کفر والحاد کا صدور ہو رہا ہے اس پر اتمام حجت ضروری ہے حجت تمام کرنے سے قبل تکفیری حکم نہیں لگ سکتا الا یہ کہ اس کی عداوتِ اسلام نمایاں اور واضح ہو۔ ارشاد باری ہے:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ" (التوبۃ:۱۱۵)

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو اس کی ہدایت کے پیچھے اُسے گمراہ کردے جب تک صاف صاف بتا نہ دے کہ وہ کن چیزوں سے بچتے رہیں۔

■○■